

## اُداس ہاتھی

کیون صرف ایک سال کا تھا۔ جنرل ضیاء الحق، سری لنکا کے دودرے پر گئے۔ ایک برس کے معصوم جانور کو قطعاً اندازہ نہیں تھا کہ اسکے ساتھ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔ سری لنکا کی حکومت نے تحفہ میں پاکستانی صدر کو دیا اور اس طرح ہاتھی کا چھوٹا سا بچہ اسلام آباد پہنچ گیا۔ ویسے اس جانور کو ضیاء الحق کا بھی کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ورنہ ہو سکتا تھا کہ کم از کم خودکشی کر لیتا۔ اسلیے کہ ضیاء الحق کے حد درجہ ”بلند کردار“ نے ہمارے ملک کو وہاں پہنچا دیا ہے، جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ لوگ تسلیم نہیں کرتے۔ ضیاء الحق آج بھی پاکستان میں حکومت کر رہا ہے۔ آل شریف، چوہدری برادران اور کسی حد تک عمران خان، سب اس شخص کے دسترخوان کے بالواسطہ یا بلاواسطہ خوشہ چین ہیں۔ کیون اسلام آباد چڑیا گھر میں پہنچ گیا۔ جانوروں کے اس عقوبت خانہ کا نام مرغزار ہے۔ اس مرغزار میں سب کچھ ہے مگر صرف جانوروں سے اچھے سلوک کی اشد کمی ہے۔ پورے ملک میں اس معاملے پر یکساں حال ہے۔ سری لنکا ہی سے 1991 میں مادہ ہاتھی ”سہیلی“ آئی۔ اسے شائد ماحول پسند نہیں آیا اور وہ دہائیوں کے بعد دنیا سے روٹھ کر چلی گئی۔ اب کیون اکیلا رہ گیا۔ جس کمرے میں قید رکھا جاتا تھا وہ اسکے حساب سے کافی چھوٹا سا تھا۔ پورا سایہ تک میسر نہیں تھا۔ تنہائی اور عدم توجہ سے اس میں تکلیف دہ حد تک منفی تبدیلی آنی شروع ہو گئی۔ چلنا پھرنا بہت کم کر دیا۔ کھڑا رہ کر گھنٹوں اپنا سر زور زور سے ہلاتا رہتا تھا۔ دائیں سے بائیں اور پھر واپس۔ شدید اضطراب کی بہت سی وجوہات تھیں۔ مگر کسی نے کیون کی بگڑتی ہوئی حالت پر خاص توجہ نہیں دی۔ ذہنی اور جسمانی علاج پر توجہ دینے کی بجائے، اسے زنجیروں سے باندھ دیا گیا۔ یہ بالکل وہی علاج ہے جو ہمارے ملک میں عام لوگوں کے ساتھ بھی کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی نادان، درست سوال پوچھ لے یا کسی ملکی غلطی کی صحیح نشاندہی کر دے، تو اسے بھی فوری طور پر پاپہ زنجیر کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس انسان کی وہ درگت بنائی جاتی ہے کہ انجام سے لوگ کانوں کو ہاتھ لگائیں۔ کیون کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا جو ہمارے ملک میں سکھ رائج الوقت ہے۔ اب کیون سارا سارا دن کھڑا ہو کر گردن ہلاتا رہتا تھا۔ آج سے چند برس پہلے، کسی ”غدار“ اخباری نمائندے نے دنیا کو کیون کی حالت کے متعلق بتایا اور اسکی تصاویر بھی شائع کر دیں۔ یہاں سے ایک نئی داستان شروع ہوتی ہے۔

چیر "Cher" نام کی امریکی سنگر کہیں سے وہ تصاویر دیکھ لیتی ہے۔ چیرنی زمانہ امریکہ کی ہر دل عزیز سنگر ہے۔ حد درجہ دولت مند اور ایک ایسے بہتر سماج سے تعلق رکھنے والی عورت، جس کا اس خطے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ شخصیت کا ایک رخ اگر موسیقی ہے تو دوسرا رخ، جانوروں سے لگاؤ بلکہ عشق کی کیفیت ہے۔ چیر کو جب کیون کی ابتر صورتحال کا علم ہوا تو ہاتھی کو آزاد کرنے کی اپیل کر دی۔ آواز پوری دنیا میں سنی گئی۔ کیون اب پوری دنیا کا مسئلہ بن چکا تھا۔ چند سال پہلے، پاکستان سے جانوروں سے محبت کرنے والے لوگوں نے حکومت کو درخواست دی، جس میں ہاتھی کی خراب صورتحال بتائی گئی تھی۔ مطالبہ صرف اور صرف کیون کی آزادی تھی۔ مگر اسلام آباد میں کیونکہ انسانوں کے حقوق کے متعلق سنجیدہ کام نہیں ہوتا۔ لہذا رویہ وہی تھا، کہ یہ این جی اوز اور مغربی ایجنڈا سے متاثر لوگ

ہیں۔ ہاتھی کو تو کبھی بھی زنجیر نہیں لگائی گئی۔ اسکی حالت بالکل ٹھیک ہے۔ یہ سب کچھ ایک سازش کے تحت کیا جا رہا ہے۔ شکر ہے، کیونکہ کو برائے نام چڑیا گھر سے نکال کر، ڈی چوک میں کوڑے نہیں مارے گئے۔ ویسے مار بھی لیتے تو کیا عجب تھا۔ غیر ملکی میڈیا کے دباؤ کے تحت صرف اور صرف لفاظی سے کام لیا گیا۔ بلکہ ایک وزیر صاحب نے فرمایا کہ کیونکہ ہاتھی بہت قیمتی جانور ہے۔ اسی لیے، این جی اوز مالی فائدہ حاصل کرنے کیلئے اسے فروخت کرنا چاہتی ہیں۔ کیڈ کے سابقہ وزیر موصوف آج کل ٹی وی پر اپنے دور کے میرٹ پر سیر حاصل گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔ اس پورے عرصے میں کیون کی بے بسی بڑھتی چلی گئی۔ وہ تقریباً پاگل ہو گیا۔ اسکی تصاویر دوبارہ سوشل میڈیا پر جاری کی گئیں۔ دنیا میں کیون کے حق میں تحریک شروع ہو گئی۔ چیر نے اپنا قیمتی ترین وقت نکال کر رباب اختیار سے التجا کی کہ معصوم جانور پر ظلم بند کیا جائے اور زیادتی کے اس باب کو ختم ہونا چاہیے۔ یہ ایک امریکی عورت کا جانوروں کی فلاح و بہبود کیلئے نایاب کام تھا۔ کسی نہ کسی طرح معاملہ اسلام آباد ہائیکورٹ میں چلا گیا۔ وہاں معاملہ جیونٹی کی رفتار سے چلنے لگا۔ ویسے جیونٹی کی رفتار بھی غنیمت ہے کیونکہ ہمارے عدالتی نظام میں انصاف فراہم کرنے کے معاملے میں مکمل جمود ہے۔ کسی بھی رفتار کے بغیر یہ نظام لوگوں کی تکالیف میں حد درجہ اضافہ کر رہا ہے۔ چیر کے شور مچانے پر، دنیا میں جانوروں کو تحفظ فراہم کرنے والے ادارے بھی حرکت میں آ گئے۔ پوری دنیا میں کیون کی تصاویر شائع ہونی شروع ہو گئیں۔ اسے کرہ ارض کا سب سے ”اکیلے ہاتھی“ کا خطاب دیا گیا۔ اب کیون ایک بین الاقوامی حیثیت کا حامل تھا۔ اسلام آباد کی ہائیکورٹ نے کچھ عرصہ پہلے ایک حد درجہ خوبصورت فیصلہ کیا۔ کیون کو آزاد کیا جائے اور اسکی فلاح و بہبود کیلئے کسی ایسی جگہ منتقل کیا جائے، جہاں وہ دیگر ہاتھیوں کے ساتھ آرام سے رہ سکے۔ پوری دنیا میں اس فیصلے کی بازگشت سنائی دی۔ مگر مسئلہ تو یہ تھا کہ سرکار کے پاس زہر کھانے کو پیسے نہیں ہیں تو اس زندہ ہاتھی کو آزاد اور منتقل کرنے کے وسائل کون فراہم کریگا۔ یہ سوال حد درجہ اہم تھا۔

ایک اہم بات، جس دن کیون کو آزاد کرنے کا فیصلہ ہوا۔ چیر نے روتے ہوئے سوشل میڈیا پر اعلان کیا کہ یہ اسکی زندگی کا سب سے خوبصورت لمحہ ہے۔ اس نے حکومت پاکستان اور عدالتوں کا شکر یہ ادا کیا۔ کیون کی حالت بہتر کرنے کیلئے Four Paws نامی ایک بین الاقوامی ادارہ میدان میں آ گیا۔ ویانا میں موجود یہ این جی او، جانوروں کے حقوق کا خیال رکھتی ہے۔ اسکی ٹیم چند ہفتے پہلے اسلام آباد آئی اور کیون کا طبی معائنہ شروع کر دیا۔ یہاں سے مرثیہ گوئی کا ایک اہم باب شروع ہوتا ہے۔ ”کافر ڈاکٹروں“ نے کیون کے متعلق بتایا کہ اسے حد درجہ تلخ حالات میں رکھا گیا ہے۔ پاؤں اور ناخن، پکے فرش کی وجہ سے زخمی ہو چکے ہیں۔ صحت حد درجہ دگرگوں ہے اور ذہنی حالت بہت خراب ہے۔ اسے فوراً کسی بہتر جگہ پر منتقل ہونا چاہیے۔ ٹیم کے ساتھ ایک پاکستانی ڈاکٹر عامر خلیل بھی منسلک تھا۔ اس نے کیون کو گانے سننے شروع کر دیے۔ ٹیم نے پوری جان لگا کر ہاتھی کی خدمت شروع کر دی۔ ”کفار“ کے اس علاج سے کیون بہتر ہونے لگا۔ چند دن پہلے، اسے سفر کے قابل قرار دیا گیا۔ انہی لوگوں کی محنت سے کیون کو کمبوڈیا منتقل کرنے کا فیصلہ ہو گیا۔ جس جگہ وہ جایگا، وہاں اسکے ساتھی بھی موجود ہیں۔ اسلام آباد، ہائیکورٹ نے کیون کو کمبوڈیا منتقل کرنے کا حکم بھی دیدیا۔ کچھ دنوں میں کیون آزادی سے ایک ایسی جگہ منتقل ہو جایگا جہاں وہ بڑے آرام سے دیگر ہاتھیوں کے ساتھ گھوم پھر سکے گا۔ آرام سے بقیہ زندگی گزارے گا۔ علم نہیں کہ وہ کون سی زبان بول یا سن سکتا ہے۔ اگر اسے بولنے کا موقع دیا جائے تو وہ کسی بھی فورم پر ہمارے ملک میں جانوروں پر رواظلم کے متعلق

ضروریات کریگا۔ الفاظ میں حد درجہ تلخی ہوگی۔ ہونی بھی چاہیے۔ اسلیے کہ کیوں کے ساتھ حد درجہ ظلم روا رکھا گیا ہے۔ پر یہاں کون محفوظ ہے۔ کوئی بھی نہیں۔ نہ جانور اور نہ انسان۔

پاکستان میں جانوروں کے حقوق کیا ہیں۔ کیا واقعی انکا خیال رکھا جاتا ہے۔ کیا کسی کو انکی عملی طور پر فکر ہے کہ نہیں۔ کیا جانوروں کے ساتھ ظلم کے خلاف بھرپور قوانین موجود ہیں۔ یہ سب کچھ سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کے آئین میں انسانی تحفظ پر لفاظی موجود ہے۔ مگر جانوروں کے حقوق کے متعلق کچھ بھی درج نہیں ہے۔ یہ حد درجہ عجیب سی بات ہے۔ مگر یہاں تو کچھ بھی عجیب نہیں ہے۔ آئین میں انسانوں کے حقوق درج شدہ ضرور ہیں۔ مگر اس پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ ملک میں انسانوں کے حقوق کو کوئی تحفظ نہیں ہے تو جانوروں کے متعلق کیا بات کرنی ہے۔ ویسے آئین میں اگر خدا نخواستہ جانوروں کو تحفظ فراہم کرنے کی بات کر بھی دی جاتی تو عملی زندگی پر تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ آئین پر عمل تو خیر ہماری خصلت میں ہی نہیں ہے۔ آئین کو رہنے دیجئے۔ جانوروں کے تحفظ کے قوانین بھی حد درجہ لاغر اور غیر موثر ہیں۔ انگریز دور میں شائد ان پر کوئی عمل ہوتا ہو۔ مگر اب، جب کسی انسانی قانون پر عمل نہیں ہوتا تو جانوروں کے متعلق نجیف سے قوانین کی کیا حیثیت ہے۔ ویسے تقسیم کے کچھ عرصے تک، ہر شہر میں ”کانچی خانے“ ہوا کرتے تھے۔ جہاں زخمی اور ظلم کے شکار جانوروں کو سرکاری نگرانی میں رکھا جاتا تھا۔ یہ کانچی خانے اب کہیں نظر نہیں آتے۔ کچھ دکھائی دیتا ہے تو پورے ملک میں جانوروں کے ساتھ ہیبت ناک زیادتی ہے۔ ہمیں فطرت کی ہر خوبصورت چیز سے ایک چڑ ہے۔ انسانوں اور جانوروں کو تکلیف پہنچا کر خوش ہوتے ہیں۔ اس کیفیت سے راحت کشید کرتے ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جنہیں پرندے اور جانوروں سے لگاؤ ہے۔ ویسے میں ان بیوقوف لوگوں میں شامل ہوں۔

کیون کچھ عرصے میں ایک بہتر ملک میں منتقل کر دیا جائیگا۔ کمبوڈیا میں اپنے ہم نسل جانوروں کے ساتھ رہیگا۔ ہمارے ملک میں کوئی بھی اسے یاد نہیں رکھے گا۔ چند فرنگی ڈاکٹر، ایک بین الاقوامی سطح کی گائیکہ اور ہمارے معاشرہ کا ایک مختصر سا حصہ، شائد دیوانے ہیں کہ اس معاشرے میں ان بے زبانوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ انکے لیے ایک ہاتھی تک اہم ہے۔ کیون کو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ وہ دنیا کا غم زدہ ترین ہاتھی ہے۔ مگر یہاں تو سب اپنے اپنے جہنم میں اکیلے زندہ ہیں۔ اُداس ہیں۔ مگر کچھ کہہ نہیں سکتے۔ شائد اُداس ہاتھی کی طرح ہم تمام لوگوں کو بھی فکری تابوت میں بند کر کے کسی بہتر جگہ منتقل کر دینا چاہیے۔ شائد ہم بھی بہتر ہو جائیں؟

راؤ منظر حیات